بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# نظرات

افسوس ہے پچھلے دنوں گودھرا اور گورکھپور میں پھر فساد ہوگیا جس میں مسلمانوں کا جانی اور مالی دونوں طرح کا نقصان ہوا۔ اگرچہ یہ دونوں فسادات بڑے پیمانہ پر نہیں تھے، لیکن فرقہ پرستوں اور مفسدوں کی طرف سے ہتھکنڈے سب وہی استعمال کئے گئے جو ہمیشہ اس موقع پر کئے جاتے رہے ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ جو کچھ ہوتا ہے یوں ہی محض بخت و اتفاق سے اچانک نہیں ہو جاتا بلکہ ایک سوچی سمجھی اسکیم کے ماتحت باقاعدہ منظم طریقہ پر ہوتا ہے، ہم آج کل "غدارِ قوم" "دشمنِ ملک" "چین اور پاکستان کے طرفدار و حامی" جیسے الفاظ لیڈروں کے بیانات اور عمائدِ حکومت کے اعلانات میں اکثر سنتے رہتے ہیں، اور ممکن ہے ملک میں کچھ لوگ ان القابات کے واقعی مصداق بھی ہوں لیکن اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ اس وقت جبکہ ملک اپنے دو۲ دو۲ طاقتور حریفوں کے ساتھ سرحدی معاملات میں برسرِ آویزش ہے اور اس بناء پر قوم کی سب سے بڑی ضرورت اتحاد و یک جہتی اور داخلی امن و امان ہے، جو لوگ اس طرح کے فسادات میں کسی قسم کا بھی حصہ لیتے ہیں، وہ ملک کے سب سے بڑے باغی اور قوم کے حقیقی دشمن ہیں، اور اس لئے اسی سزا کے مستحق ہیں جو باغیوں اور غداروں کے لئے مخصوص ہے، ہماری حکومت اور عوام میں جب تک یہ ذہن اور فکر پیدا نہیں ہوتا، ہم اپنے ملک کی حفاظت اور اس کے استحکام کی طرف سے کبھی مطمئن نہیں ہو سکتے۔ گنگا میں پانی بہت اتر چکا ہے، آخر وہ وقت کب آئے گا جب ہم صحیح معنی میں آب و سراب میں فرق و امتیاز اور اپنے آپ کو فریبِ نظر و خیال سے آزاد کر سکیں گے۔

مسلم یونیورسٹی کے واقعات نے اب ایک ہمہ گیر ایجی ٹیشن اور تحریک کی شکل اختیار کر لی ہے۔ جگہ جگہ جلسے ہو رہے ہیں اخبارات میں مقالات لکھے رہے اور خبریں چھاپ رہے اور زعمائے قوم کے بیانات پر بیانات زیبِ قرطاس بن رہے ہیں۔ یہ تو بڑی اچھی بات ہے کہ مسلمانوں نے اس اپنی دیرینہ تعلیم گاہ کے ساتھ اپنی دلچسپی کا اظہار اس جوش و خروش کیساتھ کیا ہے کہ ملک کے در و بام اُس کی صدا سے گونج اٹھے ہیں، لیکن اس موقع پر چند ضروری باتیں عرض کر دینا ہم اپنا اخلاقی فرض

سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہیں:-

(۱) جناب وائس چانسلر نواب علی یاور جنگ کی نسبت بعض حلقوں میں یہ بالکل غلط مشہور ہے کہ انہیں اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ کوئی ہمدردی یا دلچسپی نہیں ہے، ہم نے موصوف کو بہت قریب سے دیکھا اور جلوت و خلوت میں انکی باتوں کو سنا ہے، انھوں نے ہمیشہ یہ کہا ہے کہ یونیورسٹی میں اسلامی تہذیب و ثقافت کو ترقی دینی چاہئے، کوئی قوم سائنس اور ٹکنالوجی میں کتنی ہی ترقی یافتہ ہو اگر وہ اپنے کلچر سے بے گانہ ہوگئی ہے تو بحیثیت ایک قوم کے کبھی زندہ نہیں رہ سکتی - ۲۴ر اپریل کو اکزکٹو کونسل کی میٹنگ میں اسی پچاسی اور پچھتر والے معاملہ پر تقریر کرتے ہوئے انھوں نے صاف صاف فرمایا تھا، کہ ہمارے سامنے دو چیزیں ہونی چاہئیں، ایک یہ کہ یونیورسٹی کے تمام شعبوں میں عموماً اور انجنیرنگ و ٹکنالوجی میں خصوصاً ہمارا معیار تعلیم اونچا ہو، اور دوسری یہ کہ اسی یونیورسٹی میں اقلیت کے مفادات محفوظ رہیں، کیوں کہ اصل تاسیس کے لحاظ سے یہ یونیورسٹی ایک اقلیتی یونیورسٹی ہے - اس کے بعد بڑے مدلل طریقہ پر اعداد و شمار کی روشنی میں انھوں نے یہ ثابت کیا کہ بجائے ۷۵ کے ۵۰ کر دینے سے یہ دونوں مقصد حاصل ہو جاتے ہیں، اور انجنیرنگ کالج کے دفتر میں گذشتہ تین چار برس کے طلباء کے داخلہ اور نتائج امتحانات سے متعلق جو کاغذات اور رجسٹر موجود ہیں اُن سے اس کی تصدیق ہوتی ہے، علاوہ ازیں موصوف کا مرکزی وزیر تعلیم کے نام جو خط انگریزی اخبارات میں چھپا ہے اُس میں بھی اس کی تصریح ہے کہ یونیورسٹی میں تعلیمی اور انتظامی اصلاحات ضرور ہونی چاہئیں، لیکن اس کا اقلیتی کیریکٹر تبدیل نہیں ہونا چاہئے - ۲۴ر اپریل کو اکزکٹو کونسل اور ۲۵ر کو کورٹ کی میٹنگ میں اصل کارروائی کے آغاز سے قبل رسمی طور پر موصوف کے خیر مقدم میں ڈاکٹر یوسف حسین خان، اور حاجی عبید الرحمٰن خان شیروانی اور بعض اور اصحاب نے جو تقریریں کی تھیں اُن میں بھی نواب صاحب کی اسی صفت اور مسلم یونیورسٹی کے ساتھ آپ کے خاندانی تعلق پر مادحانہ انداز میں روشنی ڈالی گئی تھی، راقم سے جب کبھی گفتگو ہوئی ہے، موصوف نے شعبۂ دینیات کے ساتھ اپنی دلچسپی اور اُس کو ترقی دینے کے جذبہ کا اظہار کیا ہے - اس بنا پر اگر اس بارہ میں وائس چانسلر صاحب کے متعلق کسی شخص کے دماغ میں کوئی شک و شبہ ہے تو وہ دور ہو جانا چاہئے۔

(۲) یونیورسٹی میں جو آرڈی ننس جاری کیا گیا ہے، وہ ہمارے نزدیک غیر ضروری اور ناموزوں ہے، کیونکہ اگر اس کا مقصد اکزیکٹو کونسل اور کورٹ کی ہیئتِ ترکیبی بدل کر وائس چانسلر کے ہاتھ مضبوط کرنا اور اسے

مزید اختیارات دینا ہے تو واضح رہنا چاہئے کہ مسائل و معاملات پر اختلاف و نزاع طبعی بات ہے، اور وہ بری چیز نہیں بلکہ اچھی ہے، کیوں کہ اُس سے زیرِ بحث معاملہ کا ہر پہلو نکھرتا اور اُجاگر ہوتا ہے، لیکن عملاً اور نتیجۃً ہر وائس چانسلر کو اکزکٹو کونسل اور کورٹ کا مکمل تعاون ہمیشہ حاصل رہا ہے، اور بعض حضرات کو اختلاف کیسا ہی رہا ہو فیصلہ بہرحال ہمیشہ وائس چانسلر کے منشاء اور مرضی کے مطابق ہوا ہے۔ اکثر متفقہ طور پر اور کبھی ووٹوں کی اکثریت کے ساتھ! پس جب اب تک کا تجربہ یہ ہے تو پھر اس آرڈی ننس کا فائدہ؟

(۳) یونیورسٹی کے حدود میں پولس اور فوج کا جو غیر معمولی مظاہرہ ہوا ہے اور جو ان سطور کے لکھنے کے وقت تک قائم ہے وہ ایک یونیورسٹی کی شان اور اُس کے وقار کے سرتاسر خلاف ہے، اس نے طلباء میں خوف و ہراس اور دہشت کی فضا پیدا کی ہے اور اس کا اثر طلباء کے ذہن و فکر اور اُن کی تعلیم پر بہت برا ہوگا۔ اس لئے ہماری رائے میں اسے جلد از جلد ختم ہونا چاہئے۔

(۴) حالات کو نارمل بنانے کے لئے ضروری ہے کہ طلباء میں خود اعتمادی پیدا کی جائے، اور طلباء اور اڈمنسٹریشن کے تعلقات میں جو کشیدگی پیدا ہوگئی ہے اس کو ہمدردی، محبت اور خیر خواہی کی فضا قائم کرکے جلد از جلد دور کیا جائے، اور یہ اُسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ حکومت یا اُس کا کوئی ادارہ ان معاملات میں کم سے کم دخل دے۔ یہ کبھی نہ بھولنا چاہئے کہ نفسیاتی طور پر لڑنا لڑانا بسا اوقات محبت کی زیادتی اور اُس کے استحکام کا سبب بھی ہوتا ہے۔

---


# معارف الآثار

از:۔ لفٹننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید صاحب : آرکیالوجی (اثریات) پر اہم کتاب۔ تاریخِ قدیم، دریائے سندھ اور بحیرۂ اسود کے دریاؤں کے علاقوں کی قدیم تاریخ، جغرافیاء آثارِ قدیمہ اور تہذیبوں کا تعارف، ایران اور عراق کی قدیم تہذیبوں کا وہاں کے آثار کی بنیاد پر مطالعہ۔ مصنف نے خود ان علاقوں کا دورہ کرکے اور بجنسہٖ نتائج حاصل کئے ہیں۔ صفحات ۱۷۰ قیمت -/۳ مجلد -/۴

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ برہان اردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۶